

اُن پڑھ بادشاہ نے مہنگائی قابو کر کے دکھائی تھی!

علاوَ الدین خلجی محل میں اکیلا بیٹھا گہری سوچ میں گم تھا۔ کسی کو بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ بادشاہ سے پوچھ سکے کہ کیا مسئلہ ہے۔ اتنی دیر میں خدام نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ قاضی حمید الدین ملنا چاہتے ہیں۔ حمید الدین، بادشاہ کا مشیرِ خاص تھا اور حد درجہ لاٽ انسان تھا۔ جب کمرے میں داخل ہوا اور دیکھا کہ بادشاہ گفتگو کرنے کی بجائے غور و فکر میں مصروف ہے تو اس سے رہانہ گیا۔ خلجی سے پوچھنے لگا کہ کیا معاملہ ہے اور آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ علاوَ الدین خلجی کا جواب تھا کہ رعایا کے متعلق پریشان ہوں اور انکی فلاح و بہبود کیلئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ خود ہی کہنے لگا کہ اپنی ساری دولت لوگوں میں تقسیم کر دوں تو کیسار ہیگا۔ قاضی حمید الدین کہنے لگا کہ یہ ایک راست اقدام ہے مگر اس سے عوام الناس کو تو کوئی مستقل فائدہ نہیں ہو گا۔ علاوَ الدین کہنے لگا کہ اسے خدا نے لوگوں کی بہتری اور حفاظت کیلئے بادشاہ بنایا ہے۔ اگر وہ انکی زندگی بہتر نہ کر سکا تو حقیقت حکمرانی ادا نہیں ہوتا۔ بادشاہ بات کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔ کہنے لگا، حمید الدین! اگر میں اپنی سلطنت میں مہنگائی ختم کر دوں اور بنیادی اشیاء کو کم قیمت میں، ہر ایک کیلئے دستیاب کر ڈالوں، تو اسکا فائدہ ہر ایک کو ہو گا۔ بادشاہ نے فوراً اپنے فیصلے پر عملدرآمد کر دیا۔ ضروری استعمال کی اشیاء کی اتنی "کم قیمت" کا نظام پورے ہندوستان میں وجود میں لا یا جسکی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ یہ تیر و بیس عیسوی کی بات ہے۔ یعنی آج سے ٹھیک آٹھ سو سال پہلے۔

علاوَ الدین خلجی نے قیمتیوں پر بھر پور کنٹرول کرنے کیلئے چار طرح کی منڈیاں بنائیں۔ سب سے پہلے تو ہر شہر میں ایک "بڑی منڈی"، جس میں ہر طرح کا انداج موجود تھا۔ ساتھ ساتھ ہر طرح کی اشیاء مہیا کرنے کیلئے، ہرستی میں سرکاری دکانیں بناؤں گیں جو درج شدہ نرخ پر عوام کو سہولتی قیمت پر اشیاء خور دنوں میں مہیا کرتی تھیں۔ اسکے علاوہ سرائے عدل بناؤں۔ جس میں غیر ملکی اشیاء اور مقامی اشیاء بہتات میں مہیا کی جاتی تھیں۔ جانوروں کی خرید و فروخت کیلئے مارکیٹیں مختص کی گئیں۔ چوتھی طرح کی دکانیں، بڑے بڑے بازار کی صورت میں تھیں۔ جن میں ہر وہ چیز ملتی تھی جو بقیہ منڈیوں میں موجود نہیں ہوتی تھیں۔ اگر دیکھا جائے تو پہلا حکومتی اقدام یہ تھا کہ ہر طرح کی اشیاء بہتات میں عام لوگوں کیلئے دستیاب ہوں۔ دوسرا حکومتی اقدام تھا کہ تمام اشیاء کی قیمتیں مقرر کی جائیں۔ چنانچہ پورے ملک کیلئے یکساں نرخوں کا نظام ترتیب دیا گیا۔ یہ انتہائی مشکل کام تھا۔ مگر بادشاہ کے حکم پر اسکے افسروں نے ناممکن کو ممکن کر ڈالا۔ تمام اشیاء جو عام آدمی استعمال کر سکتا تھا۔ اسکے سرکاری نرخ مقرر کر دیے گئے۔ ایک من گندم کی قیمت 7.5 جتاب رکھی گئی۔ دالوں کی قیمت پانچ جتاب مقرر ہوئی۔ ایک من چاول کی قیمت بھی پانچ جتاب مقرر ہوئی۔ آپ حیران ہونے کے اس نے ریشمی کپڑے سے لیکر کپاس تک کی قیمت مقرر کر ڈالی۔ بالکل اسی طرح جانوروں کی قیمت مقرر کی گئی۔ اچھا گھوڑا سو سے ایک سو بیس ٹنکے کا تھا۔ چرکی قیمت دس سے پچس ٹنکے مقرر ہوئی۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ علاوَ الدین خلجی نے کمال محنت سے پورے برصغیر میں استعمال کی ہر چیز کے سرکاری نرخ مقرر کر دیے۔ اس وقت کا برصغیر، آج کے کئی ملکوں کو اپنے اندر سمونے ہوا تھا۔ جیسے موجودہ بگلہ دلیش، موجودہ افغانستان کا بیشتر حصہ اور آج کا پاکستان اور ہندوستان، سب اس میں شامل تھے۔ بادشاہ نے اب اپنے احکامات پر عملدرآمد کیلئے نیا مکملہ تخلیق کیا۔ ملک قبول الغ خان

کو تمام مارکیٹوں کا انچارج بنایا گیا۔ اسکے نائب معتمد بنائے گئے۔ اسے احکامات کی تکمیل کیلئے الہکار دیے گئے۔ انہیں ہر طرح کے اختیارات سے لیس، سرکاری احکامات کی تکمیل کا کام سونپ دیا گیا۔ اسکے علاوہ جاسوسی کا بھرپور نظام بنایا گیا جو بادشاہ کو پورے بر صغیر میں اشیاء کی قیمتوں کے متعلق ہر وقت مطلع رکھتا تھا۔ بادشاہ کو پتہ تھا کہ جب تک سزا و جزا کا نظام نہیں بنایا جائیگا، اسکے حکم صرف اور صرف کاغذوں پر رہنے گے۔ لہذا، اس نے مارکیٹوں میں عمال مقرر کیے جو اشیاء کے نرخ کے علاوہ، تو نے کے نظام پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے۔ جوتا جو سرکاری نرخ سے اوپر فروخت کرتا تھا۔ عمال اسکا تمام مال ضبط کر لیتے تھے۔ اہم بات، اسکو اسی منڈی میں سب کے سامنے عبرناک سزا دی جاتی تھی۔ یعنی یہ نہیں تھا کہ پہلے اس شخص کو گرفتار کیا جائے۔ پھر جیل برداشت کیا جائے اور پھر طویل مقدمہ بازی شروع ہو جائے۔ بادشاہ سمجھتا تھا کہ اگر ملزم کو فوری سزا نہ دی گئی تو قیمتوں کا سارا نظام برباد ہو جائیگا۔ ذخیرہ اندوزی آج کی طرح، اس وقت بھی بہت تھی۔ بادشاہ نے تمام تاجروں کے کوائف جمع کیے۔ انکا جائز منافع ترتیب دیا اور حکم دیا کہ کسی قسم کی ذخیرہ اندوزی کے بغیر، تمام مال پورے ملک میں یکساں قیمتوں پر مہیا کیا جائے۔ اگر کوئی بھی شخص ذخیرہ اندوزی میں ملوث پایا جاتا تھا تو نہ صرف اسے، بلکہ اسکے خاندان، ملازمین اور کاروبار سے مسلک تمام لوگوں کو کڑی سزا دی جاتی تھی۔ بادشاہ پورے ملک سے روزانہ کی بنیاد پر پورٹیں منگواتا تھا اور انہیں خود پڑھتا تھا۔ ہاں، ایک انتہائی اہم بات، علاؤ الدین خلجی مکمل طور پر ان پڑھتا تھا۔ مگر اس نے رپورٹیں پڑھنے کیلئے لکھنا اور پڑھنا سیکھا۔ وہ تین مختلف ذرائع سے خبریں منگواتا تھا۔ اگر کوئی عمال بد عنوانی میں ملوث پایا جائے تو اسکی سزا بھی حد درجہ سخت تھی۔

اس موثر نظام کا اس قدر ثابت اثر پڑا کہ عوام کے اکثر مسائل حل ہو گئے۔ بادشاہ کی اس قدر عزت و حرمت بڑھی کہ فوت ہونے

کے بعد، عوام اسکے مزار پر جو ق در جو ق جاتے تھے۔ دعا میں مانگتے تھے اور اسکی قبر کا ازالہ احترام کرتے تھے۔ نصیر الدین تو یہاں تک لکھتا ہے کہ اشیاء اس قدر سستی تھیں کہ فقیر تک اچھے کپڑے پہنے نظر آتے تھے۔ تھوڑی سی حیثیت والے لوگ بھی اشیاء اور کپڑے خرید کر عام لوگوں میں منتقل کرتے نظر آتے تھے۔ اس حیرت انگیز نظام کا خالق بر صیر کو وہ نظام اور عملی مثال دے گیا، جو اسکے بعد آج تک کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ اس وقت موجودہ حکومت، مہنگائی کے سیال ب میں بے بس نظر آ رہی ہے۔ عام لوگوں سے پوچھیں کہ انکا بنیادی مسئلہ کیا ہے تو وہ سب سے پہلے ہر چیز کی قیمت میں اضافہ بتاتے ہیں۔ مہنگائی، ملک کے ہر گھر کو متاثر کرتی ہے اور کرہی ہے۔ جو چیز آج سے ایک یا ڈبیڑھ سال پہلے سوروپے کی تھی۔ آج وہ تقریباً دونگی ہو چکی ہے۔ میں نے اس پر کالم لکھنے سے پہلے تھوڑی سی ذاتی تحقیق بھی کی ہے۔ دفتر میں ایک ٹائپسٹ ہے۔ ڈکٹیشن لیکر انتہائی محنت سے کمپیوٹر پر ٹائپ کرتا ہے اور بہت کم وقت میں بہترین کام کر لیتا ہے۔ ایک دن میرے پاس آیا تو بتانے لگا کہ اب گھر کا خرچہ چلانے کیلئے وہ سرکاری نوکری کے بعد علامہ اقبال ٹاؤن میں ایک دکان پر کمپوزنگ کا کام بھی کرتا ہے۔ یعنی چھٹی کے بعد رات ایک بجے تک پرانیویٹ نوکری کرتا ہے۔ کیا آپ جانا چاہیں گے کہ اسے وہاں سے کتنے پیسے ملتے ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر اسے تین سوروپے دیے جاتے ہیں۔ رات گئے گھر پہنچتا ہے۔ پانچ چھ گھنٹے سوتا ہے اور پھر صبح سرکاری نوکری پر آ جاتا ہے۔ انتہائی تکلیف میں کہنے لگا کہ وہ پہلے پورے گھر کا ایک ماہ کاراشن سائز ہے چار ہزار میں خریدتا تھا۔ اس میں آٹا، مختلف مقدار میں چند الیں، چاول اور خوردنی تیل شامل ہوتا تھا۔ اب یہی اشیاء گیارہ سے بارہ ہزار روپے کی آتی ہیں۔ اگر روزانہ کی سبزیاں

اور گوشت بھی مالا لیا جائے تو خرچ تقریباً میں ہزار تک چلا جاتا ہے۔ اسکی سرکاری تنخواہ سولہ یا سترہ ہزار روپے ہے۔ پرانیویٹ نوکری کر کے اسے دس بارہ ہزار روپے مزید مل جاتے ہیں۔ گھر چلانے کیلئے وہ دونوں کرنسے پر مجبور ہے۔ اسکا نام نہیں لکھنا چاہتا۔ اسلیے کہ میں نے اس سے اجازت نہیں لی۔ مگر مثال آپکے سامنے رکھ دی ہے تاکہ آپ ایک متوازن عمل اپنالیں۔

تحریک انصاف کی حکومت کو بہت سے چینچ درپیش ہیں۔ ان میں سب سے قیامت خیز مسئلہ گزشتہ ایک سال کی حیران کن مہنگائی ہے۔ عام لوگ ہر نظام میں زندہ رہنے کا ہنرجانتے ہیں۔ انکے لیے جمہوریت، ڈیکٹیٹر شپ اور مارشل لاء صرف اور صرف الفاظ ہیں۔ انکے لیے وہ نظام بہتر ہے۔ وہ صرف اس انسان کی تعریف کرتے ہیں، جو انکی ذاتی زندگی میں آسانیاں لیکر آتا ہے۔ معقول قیمت پر اشیاء خوردنوش کامنا، ہر جذبہ کی بنیاد ہے۔ اگر ایک بزرگ خاتون، خوردنی تیل لینے دکان پر جاتی ہے اور اسے یہی تیل، ایک سال پہلے کی قیمت سے ڈیڑھ یادو گناز یادہ ملے گا، تو کسے موردا لازم ٹھہرائے گی۔ لازم ہے کہ وہ موجودہ حکمران کے متعلق منفی بات کریں۔ صوبائی وزیر اعلیٰ کی تو کوئی بات ہی نہیں کرتا نہ کریگا۔ لیکن قانونی طریقہ سے اشیاء کے مناسب دام رکھنا صرف اور صرف صوبائی حکومت کا کام ہے۔ الیہ یہ ہے کہ مہنگائی کو کم کرنے کیلئے بلکہ ختم کرنے کیلئے صوبائی سرکاری مشینی کو اس مستعدی سے استعمال نہیں کیا جا رہا، جو اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے آشد ضروری ہے۔ بڑے بڑے نعرے، جلسے، سفارتی کارناموں کی وقعت اپنی جگہ، مگر اصل کام تو عام آدمی کی فلاح و بہبود ہے۔ اس میں موجودہ حکومت کہاں تک کامیاب یا ناکام ہے۔ اسکے متعلق اکثریت کی رائے ہم سب کو معلوم ہے۔ مہنگائی نے لوگوں کی زندگی حد رجھ مشکل بناؤالی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنارائے حق دی، موجودہ حکومت کیلئے استعمال کیا تھا، وہ بھی تذبذب کا شکار ہو چکے ہیں۔ اب حل کی طرف آئیے۔ قانون میں وضاحت سے گنجائش موجود ہے کہ گرائی فروش اور مہنگائی کی سرکوبی ہو سکتی ہے۔ مگر کوئی بھی مضبوطی سے ٹھوس اقدام لینے کیلئے تیار نہیں۔ حقیقت میں مہنگائی کا سیلا ب، اس حکومت کو بھی حد رجھ سیاسی نقصان پہنچا رہا ہے۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ جو کام ایک آن پڑھ بادشاہ نے آٹھ صدیاں پہلے کر کے دکھایا وہ آج کی دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل لوگ کیوں نہیں کر پا رہے۔ قرآن یہی ہیں کہ کوئی بھی حالات کو ٹھیک کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ عوام کا کیا ہے، وہ تو چیختے ہی رہتے ہیں!

راوی منظر حیات